الجزائر ــــــــ فرانسیسی تسلط کی جھلکیاں

مرزا محمد الیاس

الجزائر کی تاریخ، کشمکش اور جدوجہد سے عبارت ہے۔ استعمار کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ وہ اپنے خلاف ردِ عمل کو کسی نظریے سے وابستگی کا اظہار نہ کرنے دے اور نو آبادیاتی استعمار اس کی بدترین نمائندگی کرتا ہے۔ یورپی اقوام نے جب کمزور ممالک اور ریاستوں کو اپنا باج گزار اور نو آبادیات بنانا شروع کیا تو ان کے طریقہ کار اور نو آبادیات میں پالیسیوں نے واضح کیا کہ یہ نو آبادیاتی استعمار ایک ہی طرز عمل پر گامزن رہا جس کے ذریعے اس نے "قطع نظر اپنی قومی شناخت کے" ظلم و جبر کے وہی طریقے اختیار کیے جو کسی دوسرے استعمار نے کیے تھے۔ برطانیہ، فرانس، اٹلی، پرتگال غرض کوئی بھی استعماری قوت ہو اس نے اپنے توسیع پسندانہ عزائم کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہمیشہ اس تہذیب اور ثقافت کو ہی سمجھا جو ان کے زیرِ تسلط آنے والی سرزمین کی پہچان تھی۔ اسلام ان کا بالخصوص نشانہ رہا اس لیے کہ وہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اسلام ہی ایک ایسی نظریاتی قوت ہے جو ماحول کو آزادی اور حریت کی نئی نئی راہیں کھولنے پر مجبور کر سکتی ہے۔ جب فرانس نے سینیگال کو نو آبادی بنایا تو اس کے پالیسی سازوں کی سوچ کیسی رہی، اس اقتباس سے معلوم کی جا سکتی ہے جو اسلام سے درپیش خطرات کے پس منظر میں مستقبل کی منصوبہ بندی کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے۔ کرسٹوفر ہیریسن کا کہنا ہے:

"سینٹ لوئیس کے دور کے فرانسیسیوں کو اس حقیقت کا مکمل ادراک تھا کہ مسلمان آبادی کی موجودہ شرح رفتار برقرار رہی تو وہ بہت جلد عیسائیوں کو تعداد میں مات دے دیں گے۔ فرانسیسی آبادی میں یہ رائے بہت پختہ ہو چکی تھی کہ مسلم آبادی ۱۸۵۵ء میں، عمر نے انھیں جو دعوت دی تھی، اس پر لبیک کہے گی اور فرانسیسی اقتدار کو مسترد کر دے گی۔ چنانچہ فرانسیسی اس جانب سنجیدگی سے

غور کر رہے تھے کہ وہ کونسی پالیسی اختیار کریں جس کے ذریعے سینٹ لوئیس مسلمانوں سے محفوظ رہ سکے۔ بالآخر طے ہوا کہ تعلیمی پالیسی کو سارے منصوبے کا محور بنایا جائے گا۔ فرانسیسیوں میں بہت سے ایسے افراد بھی تھے جو یہ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کو کوئی رعایت نہ دی جائے جب کہ دیگر افراد کا خیال تھا کہ فرانسیسی تعلیم بہت جلد ان مسلمانوں کو یورپی طرز زندگی کی طرف لے آئے گی ایسے "یورپی مسلمان" آگے چل کر فرانسیسی اقتدار کا سہارا بنیں گے"۔۱۳

استعمار کا کردار مستقبل پر گہرے اثرات کا سبب بنا اور فی الواقع جن مسلمانوں نے یورپی تعلیم کے اثرات بغیر حیل و حجت کے قبول کر لیے ایک طرف وہ اپنی پہچان سے محروم ہو گئے تو دوسری طرف انھیں یورپی اور مغربی اقدار کے لیے بھی غیر موزوں قرار دے دیا گیا لیکن ان میں پیدا شدہ نظریات کو بے مقصدیت کی سان نے اس قدر کاٹ دار بنا دیا کہ وہ ان کے اسلامی نظام کی جڑیں تو بخوبی کاٹتے تھے لیکن مغرب کے خلاف ڈھال بن کے سامنے آتے۔ یہ ایک طرفہ تماشا تھا اور ہے' جو اقوام مشرق میں جاری ہے۔

الجزائر نے تقریباً ۱۳۲ سال تک فرانسیسی استبداد میں غلامی کے دن گزارے۔ ۱۸۲۷ء میں ایک معمولی واقعے سے شروع ہونے والا یہ طویل عہد اس حقیقت کی کھلم کھلا غمازی کرتا ہے کہ غلامی صرف مادی طور پر کمزور قوموں کے حصہ ہی میں نہیں آتی بلکہ ان قوموں کے حصے میں زیادہ آتی ہے جو نظریاتی کمزوریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

"الجزائر پر فرانس کا قبضہ ہر اعتبار سے تباہ کن ثابت ہوا۔ ایک طرف تو اس کے سماج کو تباہ و برباد کر دیا گیا دوسری طرف اس کی سرزمین کا اندرونی و بیرونی جغرافیہ بھی اپنی معنویت کھو بیٹھا۔ اس کے قبائلی حصوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا اور انھیں دوبارہ نو آبادیاتی بیوروکریسی کی مرضی کے مطابق تشکیل دیا گیا۔ لیکن یہ بات حیران کن تھی کہ اس قدر تباہ کن عمل کے باوجود الجزائر کی قومی شناخت ختم کرنا ایک مسئلہ رہا۔ اسے وہ قومی شناخت نہ دی جا سکی جس کی خاطر جدوجہد ہوتی رہی۔ فرانس کی یہ کوشش رہی کہ ساتویں اور گیارھویں صدی اور پھر تین سو سال بعد ترک اقتدار کے زیر اثر پروان چڑھنے والے دینی و لسانی اور علاقائی و انتظامی معاملات کا کنٹرول اپنے ہاتھ میں لیا جائے اور الجزائر کو ان عوامل کے علی الرغم کوئی قومی شناخت دی جائے ـــــ بہ الفاظِ دیگر ان میں

اس اعتبار سے ایک سوچ پیدا کی جائے کہ وہ الجزائری قوم ہیں۔" ۲۔

الجزائر پر فرانس کے اقتدار کی کہانی ۱۸۲۷ء کے جس واقعے سے شروع ہوئی وہ گیہوں کی خریداری کا ایک سودا تھا۔ فرانس نے گیہوں خرید کر اس کے ستر لاکھ فرانک ادا نہ کیے۔ الجزائر کے حکمران' حسین نے اپنے دربار میں فرانس کے قونصل سے اس کا تقاضا کیا۔ اس دوران حسین کے کردار کو فرانس کی توہین پر محمول کیا گیا اور چارلس دہم نے حسین کو ایک الٹی میٹم بھیجا جس میں کہا گیا تھا کہ

"عزت مآب (چارلس دہم) تمہارے اس خوفناک اور گستاخانہ طرز عمل سے بہت سخت غصے میں ہیں' تم نے ان کے خلاف اور فرانس کے خلاف جو طرز عمل اختیار کیا ہے۔ اس کے ازالے کے لیے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ عوام میں اس طرز عمل سے رجوع کرنے کا اعلان کیا جائے' الجزائر کے دارالحکومت اور خود تمہارے محل پر فرانس کا پرچم لہرایا جائے اور اسے ایک سو توپوں کی سلامی دی جائے"۔ ۳۔

ظاہر ہے کہ یہ ناروا تحکمانہ انداز' کسی غیرت مند حکمران کو کیونکر قبول ہو سکتا تھا۔ حسین کے انکار پر الجزائر کی تین سال تک سرحدی ناکہ بندی کی گئی اور بالآخر ۱۴ جون ۱۸۳۰ء کو ۳۷'۶۰۷ فوجیوں نے الجزائر کے دارالحکومت سے تقریباً" ۲۱ کلومیٹر دور پڑاؤ کیا اور جولائی کی پانچ تاریخ کو دارالحکومت میں داخل ہو گئے۔ فرانس نے یورپ سے کہا کہ وہ الجزائر کے ساحلی علاقوں سے بحری قزاقوں کا صفایا کرنے کے لیے الجزائر میں داخل ہوا ہے جب کہ الجزائری عوام سے کہا گیا کہ تمہیں ترکوں سے نجات دلائی جائے گی۔ جب کہ حقیقت کچھ اور تھی' افریقہ کے اسلامی تشخص کا مکمل خاتمہ ہی وہ اصل مقصد تھا جو اس جارحیت کا سبب بنا۔ فرانسیسیوں کا موقف تھا:

"مذہب کی طرح انصاف نے بھی شمال مغربی افریقہ کے ساحلوں کا چہرہ بگاڑ دیا ہے۔ کذابوں کی جگہ صوفیوں نے لے لی ہے اور ان کی قیادت قاضیوں اور قائدین نے سنبھال لی ہے جب کہ پادریوں نے اپنے گرجا گھر چھوڑ دیے ہیں اور ان کے مقدس مقامات پر امام اور مفتی قابض ہو گئے ہیں"۔ ۴۔

چنانچہ فرانس نے "اماموں اور مفتیوں" سے الجزائر کو نجات دلانے کے لیے شمال مغربی افریقہ کے ساحل کا رخ کیا ورنہ بحری قزاقوں کے لیے اتنی بڑی فوجی مہم کی ضرورت نہ تھی نیز الجزائر کی اصلاح بھی مقصود نہ تھی۔ ابتدا میں فرانسیسی افواج دارالحکومت اور اس کے گردو نواح

تک محدود رہیں بعد ازاں اس محدود قبضے کو وسیع کرنے کا پروگرام بنا۔ اگر یہ بات مان لی جائے کہ بحری قزاقوں کا مقابلہ درپیش تھا تو پھر الجزائر کے اندرونی علاقوں کو بزور قوت مسخر کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ حقیقت یہی ہے کہ الجزائر کو اس کے دینی ورثے سے محروم کرنا اور یورپی سرحدوں کو اسلام سے محفوظ کرنا مقصود تھا۔ یورپ کے مفکرین اسلام کی اصل دعوت سے بے خبر نہ تھے وہ بخوبی جانتے تھے کہ اسلام ایک متحرک نظریے کا نام ہے جس میں جمود موت ہے۔

"ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام محض قدیم طرز پر ایمان لانے کا نام نہیں ہے بلکہ یہ تہذیبی پہچان کا ایک ذریعہ ہے۔ دین کا مطالعہ اس وسیع و عریض سماجی مطالعے (الجزائری سماج کا مطالعہ) میں کلید کی حیثیت رکھتا ہے جس سے تہذیب' سماج' سیاست اور اقتصادیات کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔" ۵۔

اس تہذیبی' سماجی' اقتصادی اور سیاسی قوت کے مستقبل سے صاف مترشح تھا کہ یہ مستقبل اس کی نشاۃ ثانیہ کا آئینہ دار ہو گا۔ شمالی افریقہ کے ساحلوں سے اس کے آغاز کا مطلب یہ ہو گا کہ آنے والے دنوں اور سالوں میں یورپ' تہذیبی اور سماجی طور پر ایسے چیلنج کا سامنا نہیں کر سکے گا جو اپنے اندر متبادل لیکن بہترین اور مکمل ضابطہ حیات رکھتا ہے۔ اس ضابطہ حیات کا مقابلہ آئندہ سالوں میں کرنے کے لیے ضروری سمجھا گیا کہ مسلمانوں کو سیاسی افراتفری کا شکار کر دیا جائے۔ یہ ایک ایسا اقدام تھا جو مستقل منصوبہ بندی سے عاری تھا۔ وقت نے ثابت کیا ہے کہ اسلام شمالی افریقہ کے ساحلوں کا چہرہ درست کرنے کے لیے آہستہ آہستہ ابھر رہا ہے اور الجزائر میں اسلامی قوتوں کی فتح نے اس کی راہ ہموار کر دی ہے۔

"یورپی مفکرین کی متفقہ رائے ہے کہ الجزائر پر فرانسیسی قبضے کے آغاز کے ساتھ ہی وہاں کے مسلمانوں کو اس حقیقت کا ادراک ہو گیا تھا کہ اب واحد قوت ان کا دین و ایمان ہی ہے جو انہیں سربلند کر سکتا ہے۔ "اسلام نے فرانسیسی قبضے کے خلاف ایک ایسی زبان کا کردار ادا کیا جو اس قبضے کو استبداد قرار دیتی رہی۔ مسلمانوں کو اپنی شناخت پر مجبور کرتی رہی اور نو آبادکاروں کے اس مشن سے آگاہ کرتی رہی جو الجزائری مسلمانوں کو نئی تہذیب سے آگاہ کرنے کے لیے شروع کیا گیا تھا۔ یہ مشن اسلامی اقدار اور عبادات کو خلط ملط کرنے کا مشن تھا اور اس کا دائرہ عمل انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی زندگی تک پھیلا ہوا تھا۔ تاہم اس ناقابل تردید حقیقت سے کون انکار کرے گا کہ اسلام ایک گہرے اور انمٹ'

اجتماعی اور سماجی تشخص کی حیثیت سے ہمیشہ ہی موجود رہا۔ فرانسیسی نو آبادکاروں کی منتشر فطرت کی وجہ سے مسلمانوں میں جارحانہ ردِ عمل عود کر آیا اور وہ الجزائر کی قومی شناخت کو اسلام کے حوالے سے دیکھنے پر مجبور کر دیے گئے۔ اسلام سے ان کا گہرا رشتہ نہ توڑا جا سکا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام الجزائری قوم پرستی کا ایک ناقابل تردید حصہ بن گیا۔"۶۔

فرانس کی جارحیت کے خلاف مسلمانوں کی جدوجہد نے مزاحمت کی ایک ایسی تاریخ رقم کی ہے جس کی مثال صرف اسلام کے پیروکاروں کی تحاریک جدوجہد میں تلاش کی جا سکتی ہے۔ فرانس نے جس قدر آسانی کے ساتھ الجزائر میں مداخلت کی تھی اسے الجزائر کے اندر نفوذ کرنے میں اس سے کہیں زیادہ غیر متوقع مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

"فرانس کو اندرونی علاقوں میں اپنے قبضے کو مضبوط کرنے کے لیے مقامی آبادی کی شدید اور مستقل مزاحمت کا سامنا رہا۔ اس مزاحمت کو کچلنے میں بیس سال لگ گئے تاہم قبائل کی طرف سے مزاحمت ۱۸۷۱ء تک جاری رہی۔ اولین مزاحمتی لیڈروں میں عبدالقادر الجزائری کا نام بہت اہمیت رکھتا ہے اس نے لوگوں کے اندر اسلام کے حوالے سے ایک ایسی روح پھونک دی تھی کہ وہ یکدم فرانسیسی فوجوں کے خلاف متحد ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے"۷۔

عبدالقادر کو الجزائر کے اندر ایک خود مختار ریاست بنانے میں کامیابی حاصل ہو گئی۔ اس نے خلافت عثمانیہ کے نظام کی طرز پر ریاست کا انتظام چلایا۔ اس کی ریاست کو بہت سے یورپی مفکرین نے' ساخت اور طریقہ عمل کے اعتبار سے' ایک جدید ریاست سے تشبیہ دی ہے۔ عبدالقادر نے لوگوں کو اسلام سے وابستگی اور عیسائیوں سے علیحدگی کی راہ دکھائی تھی۔ ۱۸۳۷ء اور ۱۸۳۹ء کے دوران اس ریاست کو بہت عروج حاصل ہوا۔ ۲۰ مئی ۱۸۳۷ء کو تافنا کے مقام پر فران عبدالقادر کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ عبدالقادر کو دسمبر ۱۸۴۸ء میں گرفتار کر کے فرانس بھیج دیا اور وہ پچھتر سال کی عمر میں ۱۸۸۳ء میں انتقال کر گئے۔عبدالقادر کی قیادت میں مزاحمت کو کچلنے کے لیے فرانس نے جنرل رابرٹ بوگاڈ کو مکمل اختیارات دیے تھے۔

"بہترین اسلحے اور زیادہ افرادی قوت کے ساتھ عبدالقادر کو مزاحمت کی بجائے دفاع پر مجبور کر دیا گیا تھا۔ اس کی زیر قیادت مختلف قبائل میں پھوٹ ڈال دی گئی۔ لڑائی کو طول پکڑتے دیکھ کر فرانسیسی' جنرل تھامس رابرٹ بوگاڈ کو لائے'

انہیں مزاحمت کو سختی سے کچل دینے کا حکم دیا گیا۔ جنرل بوگاڈ، الجزائر میں فرانس کے اقتدار کا مضبوط آغاز ثابت ہوا اور اس نے الجزائری قبائل کو کچل دیا، دیہات تباہ کر دیے جہاں مزاحمت کا شک بھی ہوتا وہ آبادیاں تہہ تیغ کر دی جاتیں، فصلیں جلا دی جاتیں، مویشی مار دیے جاتے۔ جو قبائل عبدالقادر کی حمایت ترک نہ کرتے انہیں اس قسم کے سلوک کا سامنا کرنا پڑتا"۔۸۔

فرانس نے الجزائر پر قبضے کو مزید مستحکم کرنے کے لیے وہاں کے سماجی اور معاشی ڈھانچے کو یکسر تبدیل کر دیا۔ وسیع پیمانے پر جائیدادیں خریدنے، سرکاری قبضے میں لینے، زمینیں ضبط کرنے اور تجارتی اسباب سے مقامی آبادی کو محروم کرنے کے اقدامات نے الجزائر کے مسلمانوں کو سماجی اور اقتصادی طور پر بدحال کر دیا۔ انیسویں صدی کے چوتھے عشرے میں فرانس، الجزائر کے پیداواری قطعات، فصل آور زمینوں اور ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ موجود علاقوں پر ہر طریقے سے قابض ہی نہیں تھا بلکہ خرید و فروخت کے عجیب گورکھ دھندے کی وجہ سے "مالک" بن بیٹھا تھا۔

قبائل کو منتشر کرنے کے لیے کنٹونمنٹ کے نظریے کو اختیار کیا گیا۔ اس نظریے کے تحت یہ قرار دیا گیا کہ جس قبیلے کو ضروریات پوری کرنے کے لیے جس قدر زمین کی ضرورت ہے وہی اس کے پاس رہ سکتی ہے بقیہ زمین حکومت کے قبضہ میں چلی جائے گی۔ اس امر کا فیصلہ بھی حکومت کرتی تھی کہ قبیلے کی حقیقی ضروریات کس قدر ہیں، خواہ یہ تعین معمول کی ضروریات کے انتہائی پست درجے کی شرائط کو بھی پورا نہ کرتا ہو۔ اسی نظریے کے تحت یہ قرار دیا گیا کہ جو علاقے فرانس کے اقتدار کی مزاحمت کریں گے انہیں حکومت کے قبضہ میں لے لیا جائے گا۔ زیر قبضہ آنے والی زمینیں اور قبائل فرانسیسیوں کی آبادکاری کے لیے استعمال کیے جانے لگے۔

۲۱ جولائی ۱۸۴۶ء کو ایک فرمان جاری کیا گیا جس میں الجزائر کی دیہی آبادی اور زمین کے بارے میں فرانس کی پالیسی بیان کی گئی تھی۔ اس فرمان میں کہا گیا کہ حکومت کا مقصد لوگوں کو آباد کرنا اور زمین کی زرخیزی میں اضافہ کرنا ہے۔ ڈاسن بورر (Dawson Borrer) کا کہنا ہے کہ اس فرمان کی اصل حقیقت تو یہ تھی کہ فرانس سے لوگوں کو وزیر جنگ کی نگرانی میں لاکر آباد کیا جاتا تھا۔ انہیں چھ سال تک الجزائر میں مختلف مراحل میں آباد کیا جاتا۔ جو افراد چھ سال گزار لیتے انہیں حکومت مختلف رعائتیں دیتی تھی، ۱۸۴۶ء سے ایسے شہری مراکز کی تعمیر کا آغاز کیا گیا جن میں فرانسیسیوں کو ہر طرح سے غلبہ حاصل تھا۔ ۱۸۴۷ء سے پہلے پہلے اس قسم کے ۳۲ مراکز

بنائے گئے تھے۔ ۱۸۴۸ء کے بعد تو آبادیاتی ضروریات پوری کرنے کے لیے آزادانہ طور پر نئی شہری آبادیاں، انتظامی مراکز اور فوجی چھاؤنیاں تعمیر کی جانے لگی تھیں۔

ان انتظامی اور شہری مراکز کی تیز رو تشکیل نے الجزائر کا وہ سماجی و علاقائی نظام بالکل ختم کر دیا تھا جو فرانس کے حملے سے پہلے موجود تھا۔ طاقت کے مراکز بدل گئے تھے۔ ثقافت اور تہذیب و تمدن کے مظاہر میں یکسر تبدیلی آگئی تھی مقامی لوگ پریشان حال اور پریشان خیال تھے۔ انہیں سمجھ نہیں آتی تھی کہ وہ کیونکر اپنے ثقافتی مراکز کا تحفظ کر پائیں۔ فرانسیسیوں نے اسلامی نظام حیات کا مطالعہ کر کے نتائج اخذ کیے اور ان نتائج کے ذریعے انہوں نے ایک سیکولر اور غیر اسلامی معاشرے کی تشکیل کا آغاز کیا۔ ان کے انداز حکومت اور الجزائر کی ثقافتی و دینی زندگی میں سنگین مداخلت سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا اصل ہدف یہی تھا کہ الجزائر کو فرانس کا باقاعدہ حصہ بنا لیا جائے۔ جے آر موریل فرانسیسی قبضہ سے قبل الجزائر کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

> "(الجزائر میں) ترک باشندوں کے لیے الگ قاضی تھا اور بربر باشندوں کے لیے الگ۔ ان قاضیوں نے دیہات میں الگ الگ منصف مقرر کر رکھے تھے۔ جائیداد سے متعلق تمام مقدمات انہی کی عدالتوں میں آتے تھے۔ قاضی، انصاف کے نام پر تجارت کرتے تھے۔ انہوں نے امیروں کے لیے الگ قانون بنا رکھا تھا اور غریبوں کے لیے الگ۔ یہ وہی صورت حال تھی جو انگلینڈ میں پائی جاتی ہے۔"[۹]

> "جرائم کی تحقیقات کے لیے الجزائر میں دو اہم خوبیاں پائی جاتی تھیں۔ یہ طریق کار ہر اعتبار سے مکمل اور بہترین تھا۔ قتل کی سزا موت تھی۔ ڈاکوؤں کو منہ کالا کر کے گدھوں پر سوار کر کے سربازار پھرایا جاتا اور پھر ان کا ایک ایک ہاتھ کاٹ دیا جاتا۔ عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ اختلاط پر مسلمان عورتوں کو سزائے موت دی جاتی تھی۔ اگر کسی مسلمان جوڑے کو اس جرم میں پکڑا جاتا تو اسے کوڑے مارے جاتے۔ مجرم عورتوں کو گدھے پر بٹھا کر شہر میں پھرایا جاتا پھر ایک بوری میں بند کر کے دریا میں پھینک دیتے یا اسے دلال کی نذر کر دیتے۔ سازشیوں کو بھی معاف نہیں کرتے تھے اگر عیسائی، سازش یا جاسوسی کرتا تو اس کی جائیداد ضبط کر لیتے، بربر کرتا تو اسے میخیں ٹھونک کر ہلاک کر دیتے اور

یہودی کو زندہ جلا دیتے تھے"۔

جے آر موریل کے اس نقطہ نظر سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرانسیسیوں نے اسلامی تعلیمات اور اسلامی تعزیرات کو ایک مکمل منصوبے کے تحت مسخ کر کے پیش کرنے کی پالیسی اختیار کی تھی۔ اسلام کے بارے میں تعصب کا اظہار کرتے ہوئے موریل اپنے روایتی کردار کو فراموش نہیں کر سکا اور اس نے اس تعصب کو بھی بیان کر دیا کہ یہ سارا نظام بالکل ویسا ہی تھا جیسا کہ انگلینڈ میں رائج ہے۔

۹ اور ۱۰ دسمبر ۱۸۴۸ء کو فرانس نے ایک اور حکم جاری کیا جس کے تحت الجزائر کو تین صوبوں میں منقسم کر دیا گیا تھا ہر صوبے کو تین انتظامی شعبوں اور تین فوجی علاقوں میں بدل دیا گیا۔ گورنر جنرل نو آبادیاتی حکومت کا انتظامی سربراہ ہونے کے علاوہ مسلح افواج کا سپریم کمانڈر قرار دے دیا گیا۔ اس کی معاونت ایک سیکرٹری جنرل کرتا تھا جب کہ فوج کے متعدد جنرل' عسکری معاملات میں اس کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ ان جنرلوں کو مختلف علاقوں میں فوجی یونٹوں کی کمان دی گئی تھی۔

انتظامی شعبوں کے لیے صوبیداروں کی کونسل تشکیل دی گئی تھی' اسے (Council of Prefects) کہتے تھے۔ شہری آبادیوں کے لیے میئرز' ہر شہر میں متعدد سول کمشنر اور صوبیداروں کی معاونت کے لیے نائب صوبیدار Sub-Prefects مقرر کیے گئے تھے۔ ان صوبیداروں کا وزراء اور گورنر جنرل کے ساتھ براہ راست تعلق ہوتا تھا اور وہ انہی سے احکامات وصول کرتے' جن پر سول کمشنرز اور میئرز عمل درآمد کراتے تھے۔ اہم شہروں میں مشاورتی کمشن قائم کیے گئے تھے۔ آفیسران کمان' جج کے فرائض بھی انجام دیتا۔ آفیسران کمان کی معاونت پولیس آفیسرز اور مجسٹریٹ کرتے تھے۔ مستقل طور پر آباد الجزائری باشندوں کے معاملات کی ذمہ داری مجسٹریٹ پر ہوتی تھی جب کہ ہروقت نقل مکانی کرنے والے شہری اور دیہاتی' فوجی قانون کے زمرے میں آتے تھے۔

"۱۸۴۸ء میں الجزائر کو مختلف پنچایتوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ہر پنچایت میں ایک میونسپل کونسل کا' بذریعہ انتخاب' تقرر کیا جاتا تھا۔ ووٹ کا حق فرانسیسی شہریوں کے علاوہ صرف ان لوگوں کو حاصل تھا جو الجزائر کے مقامی باشندے نہیں تھے۔ مقامی باشندوں میں سے صرف وہ لوگ ووٹ ڈال سکتے تھے جو حکومت کے مراعات یافتہ لوگوں کی فہرست میں شامل تھے اور ان کی عمر اکیس سال سے زیادہ

تھی۔ کونسل کے تمام ارکان عموماً" فرانسیسی ہوتے تھے لیکن اجنبیوں اور مقامی باشندوں کو بعض پابندیوں کے ساتھ رکن بنایا جاتا تھا۔ بادشاہ کے انتخاب کے لیے بیلٹ کا استعمال کیا جاتا تھا۔ دارالحکومت میں کونسل کے ارکان کی تعداد ۲۴ تھی جب کہ مختلف جگہوں پر یہ تعداد ۹ سے لے کر ۱۵ تک رہی۔ میئر کا تین سال کے لیے تقرر کیا جاتا تھا۔ گورنر جنرل کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ میئر کے نام کا اعلان کرے۔ گورنر جنرل کونسل کو معطل کر سکتا تھا لیکن اسے توڑنے کا اختیار حاصل نہ تھا۔

۲۱ دسمبر ۱۸۴۸ء کو میئرز کے ناموں کے لیے نامزدگی کا اختیار صوبیداروں کو دے دیا گیا بعد ازاں فوجی علاقوں میں بھی صوبیدار ہی نامزدگی کرنے کے مجاز قرار دیے گئے۔

۳۱ دسمبر ۱۸۴۹ء میں الجزائر میں چھ کلیسائی حلقے تھے اور ان کی میونسپل کونسلیں بھی تھیں۔ شہروں میں بہت سی نئی جگہوں پر میئروں کا تقرر کیا گیا۔ شہری علاقوں میں سول کمشنروں کو مقرر کیا گیا' پانچ نئے سول کمشنریٹ قائم کیے گئے اور ۱۴ نومبر ۱۸۵۰ء کو اندرونی شہروں میں بھی ان کا تقرر عمل میں لایا گیا جہاں ابھی تک فوجی حکمران تھے۔"[۱۱]

بعد میں نپولین کی حکومت نے مزید انتظامی تبدیلیاں کیں۔ ان تمام نئی اور پرانی انتظامی تبدیلیوں سے الجزائر کا اصل نظام ختم ہو گیا اور اس کی جگہ فرانسیسی طرز حکومت نے لے لی۔ اب نو آباد کاروں کی گرفت مزید گہری اور مضبوط ہو گئی تھی۔ انھوں نے الجزائر کے مقامی باشندوں کو ایک نئے نظام کے حوالے کر دیا تھا جس میں انھیں کوئی ایسا فرد نہیں ملتا تھا جو ان کے مسائل کے بارے میں مخلص ہو اور ان کے حل کے لیے کام کرے۔ جو مقامی لوگ حکومت کے کل پرزوں کی طرح کام کر رہے تھے ان کے پیش نظر صرف اور صرف حکومت کی خوشنودی تھی اور وہ کسی قسم کے ایسے کام پر رضامند بھی نہ تھے جس کے ہونے سے فرانسیسی حکمرانوں کو ناراضگی کا شائبہ بھی پڑتا۔

نظامِ انصاف میں تبدیلیوں نے الجزائر کے مسلم سماج کا رخ سیکولر سماج کی طرف موڑنے کی ایک اور کوشش کی۔ ۱۸۴۸ء میں گورنر جنرل کو ہی انصاف کے جملہ امور میں دسترس حاصل تھی۔ اس سال ۳۰ مئی اور ۲۰ اگست کو ایک فرمان جاری کیا جس کے مطابق عدالتوں سے متعلقہ

امور وزیرِ انصاف کے سپرد کر دیے گئے۔ لیکن اب بھی وزیرِ انصاف صرف ان معاملات کے بارے میں کام کر سکتا تھا جن کا تعلق براہ راست یورپی باشندوں اور فرانس کے شہریوں سے تھا اور وہ شہروں میں رہتے تھے گویا مسلمانوں کے مقدمات کا فیصلہ تب بھی فوجی کمانڈر ہی کرتے تھے اور جہاں بھی انھیں مزاحمت کی بو آتی مسلمانوں کو کچل دیا جاتا۔ کوئی ایسا طریقہ موجود نہ تھا جس کی بنیاد پر یہ فیصلہ کیا جا سکتا کہ کون سا مسلمان باغی ہے اور کون سا نہیں۔ گویا یہ ایک کھلی بلیک میلنگ تھی۔ جو شہری' فوجی کمانڈر کی خوشامد اور منشا کا خیال نہ رکھ پاتے انھیں سزا و جزا کے ایک ایسے کربناک دور سے گزرنا پڑتا جو ان کی سماجی حیثیت کے خاتمے' معاشی بدحالی اور ذہنی بے سکونی کا سبب بنتا۔ علاوہ ازیں خصوصی ٹریبونل قائم کر کے عوام کے گرد حصار کو مزید تنگ کر دیا گیا تھا۔ ۱۸۴۸ء میں مسلمانوں کے لیے قائم ٹریبونل میں ایک تبدیلی کی گئی۔ ۲۹ جولائی کو ایک فرمان کے مطابق مجلس اور سپر ٹریبونل کی تشکیل میں قاضیوں کو شامل کیا گیا لیکن اس میں فرق یہ تھا کہ یہ قاضی دو طرح کے مسلمان طبقوں کی نمائندگی کرتے تھے ایک قاضی مالکی مسلک کا ہوتا تو دوسرا حنفی مسلک کے مطابق فیصلے کرتا تھا۔ قاضیوں کی عدالتیں بھی قائم تھیں لیکن انھیں صرف رقم کے لین دین' اجرت کے معاملات' نکاح و طلاق اور جائیداد کے فیصلوں کا اختیار تھا۔ قاضی شراب نوشی' روزہ توڑنے' شان رسالتؐ میں گستاخی کرنے اور دینی معاملات میں غیر اخلاقی طرز عمل پر سزا دے سکتے تھے۔

مسلمانوں کو تعلیم کے میدان میں بھی سخت نقصانات اٹھانا پڑے۔ آباد کار' مسلمانوں میں تعلیم کے پھیلاؤ کے خلاف تھے۔ اس لیے سکولوں میں اضافہ اور توسیع بہت محدود کر دی گئی تھی۔ یہ تعلیم بھی ان کی صلاحیتوں کے بے جا استعمال کا مظہر بن گئی تھی۔ والدین اسی وجہ سے اپنے بچوں کو پڑھانے سے ڈرتے تھے اور انھیں غیر مسلم سکولوں میں قطعاً" نہیں داخل کراتے تھے۔ چنانچہ عام مسلمانوں کے لیے تعلیم' فرسودہ' مہنگی اور محدود ہو کر رہ گئی تھی۔

> "انیسویں صدی کے آخر میں حکومت نے ایک منصوبہ تیار کیا جس کے مطابق مسلمان طلبہ کو ایسے سکولوں میں تعلیم دینے کا پروگرام تھا جہاں یورپین طلبہ کی اکثریت تھی اور فرانس کا سلیبس پڑھایا جاتا تھا۔ فرانسیسی جانتے تھے کہ وہ اس سلیبس سے تہذیبی فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ فرانسیسی ثقافت' زبان' تاریخ اور سماج کو الجزائر کے مسلمانوں میں عام کرنا چاہتے تھے اور ایسے مسلمان دانشوروں کا طبقہ وجود میں لانا مقصود تھا جو فرانسیسی تہذیب کی نمائندگی کرتا ہو۔

اور اسے ملک میں دانشوروں کے طبقے کے مرکز و محور کی حیثیت حاصل ہو۔ لیکن اس منصوبے کا حیران کن پہلو یہ ہے کہ اس سے وہ دانش ور اور لیڈر ابھرے جنھوں نے آگے چل کر فرانس کے خلاف الجزائر کے عوام کی قیادت اور راہنمائی کا کام سرانجام دیا۔ فرانسیسی سلیبس میں عربی تعلیم پر مکمل پابندی تھی۔ یہ کہنا درست ہو گا کہ اس سارے نصاب کا بنیادی مقصد ہی یہ تھا کہ مسلمانوں اور عربوں کے درمیان گہرے رابطوں کو ختم کر دیا جائے۔" ۱۲۔

اس نظام تعلیم کا سب سے زیادہ نقصان دہ اور طویل المدت اثرات کا حامل عنصر یہ تھا کہ فرانسیسی الجزائر میں ایک ایسے طبقے کو پیدا کرنے میں مصروف رہے جو مسلم ثقافت، تاریخ زبان اور سماجیات کے خلاف کام کرے اور نو آباد کاروں کی خواہشات کے مطابق چلے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے فرانس نے طویل المعیاد منصوبہ بندی کی تھی قبائلی نظام کو اسی لیے ختم کیا گیا تھا کہ آئندہ چل کر فرانسیسی عزائم کے خلاف جدوجہد اور مزاحمت کے یہ مراکز رکاوٹیں پیدا نہ کریں۔ الجزائر میں عرب مسلمانوں اور دیگر قبائل میں سول سروس کے ارکان کی تیاری سے ان لوگوں کو بھی شکست دینا مقصود تھا جو الجزائری مقامی آبادی کے لیے ایک آزادانہ بیوروکریسی کا کام کر سکتے تھے۔ فرانسیسی نظام کے تحت تربیت پانے والے سول افسروں میں رابطہ عوام کی کمی تھی اور وہ خود کو عوامی سطح سے الگ تصور کرتے تھے۔ دوسری جنگ عظیم سے پہلے ہی اس نظام تعلیم کے اثرات نمایاں ہونے لگے تھے۔ فرانسیسیوں نے مقامی آبادی اور اپنے درمیان ایک ایسی دیوار کھڑی کر رکھی تھی جو ایک طرف تو ابلاغ کو ناممکن بناتی تھی اور دوسری طرف مقامی آبادی کی مشکلات کو نظر انداز کرتی رہتی تھی۔ اس دیوار کو تحفظ دینے والے وہ لوگ تھے جو نظام تعلیم کی برکات سے نہ تو الجزائری رہے تھے اور نہ ہی فرانسیسی۔

"ان حالات میں یہ کوئی حیران کن بات نہیں ہے کہ پہلی جنگ عظیم سے پچاس سال قبل فرانس کی نو آبادیاتی اور توسیع پسندانہ پالیسی اس نوعیت کی تھی جس نے الجزائر کے معاشرے کو طبقات میں منتشر کر رکھا تھا۔ ان طبقات کا دوبارہ متحد ہونا ناممکن ہو کر رہ گیا تھا مسلمان، محدود، محروم اور مجروح تھے۔ وہ نو آباد کاروں کی خاموش اطاعت پر مجبور کر دیے گئے تھے۔ آباد کار جدید ترین ٹیکنالوجی، بہترین انتظامیہ اور مضبوط فوج کے ساتھ خوشحالی کا ہر ایک قطرہ ان سے وصول کرتے رہے۔" ۔ ۱۳۔

فرانسیسی اقتدار میں عیسائیوں نے مسلمانوں پر اپنی یلغار کو ایک واضح مقصد کے تحت تیز تر کر دیا تھا ان کے سامنے وہ بیس کروڑ انسان تھے جو مشرق وسطیٰ میں آباد تھے اور ان تک رسائی کے لیے الجزائر ایک بہترین دروازہ تھا۔

"۱۸۶۰ء کے عشرے کے اواخر میں چرچ نے اسلام کے بارے میں نئی پالیسی ترتیب دی۔ اس سے قبل چرچ کی تمام تر توجہ یورپی لوگوں کو راہنمائی فراہم کرنے پر مرکوز تھی۔ لیکن کیوی گری کے آرچ بشپ بننے کے بعد پالیسی تبدیل کر دی گئی۔ ۱۸۶۷ء میں اس نے اعلان کر دیا کہ اب مسلمانوں کو عیسائی بنایا جائے گا۔ ۹-۱۸۶۸ء کے قحط میں اس نے سترہ سو مسلمان یتیم بچوں کو بپتسمہ دیا اور انہیں نو تعمیر شدہ عیسائی عرب گاؤں میں رکھا گیا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ صرف ان روحوں کو پاکیزہ کرنا چاہتا ہے جو چوتھی صدی میں عیسائیت سے متعلق تھیں اور ان کا تعلق شمالی افریقہ سے تھا۔ سول اور فوجی انتظامیہ نے اس ڈر سے بشپ کو روکنے کی کوشش کی کہ وہ مسلمانوں کو ایونجلیکل عیسائی بنا رہا ہے لیکن اس نے روم سے دو ایسے فرمان حاصل کر لیے جن میں اسے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کا اختیار دیا گیا تھا"[۱]۔

یہ حالات تھے جن میں الجزائر کے مسلمانوں میں یہ شعور بیدار ہوا کہ رفتہ رفتہ ان کی ملی اور سماجی شناخت ختم ہو رہی ہے۔ ان کی معیشت تباہ ہو چکی ہے۔ تعلیمی اداروں میں دین سے بے گانگی کا درس دینے والے، نئی نسل کو اس کے ماضی سے الگ کرتے جا رہے ہیں۔ استعمار اور استبداد کے ہاتھوں عزت و ناموس غیر محفوظ ہے۔ اس صورت حال کا اولین ادراک علمائے دین نے ہی کیا اور انہوں نے بیسویں صدی کے آغاز کے ساتھ ہی ایسی انجمنیں بنانی شروع کر دیں جن کا مقصد الجزائر کے مسلمانوں کو فرانسیسی اور یورپی ثقافتی یلغار سے روکنا، ان کے عقائد اور تعلیم کا بندوبست اور تحفظ کرنا اور سماجی شناخت کے رابطوں اور نشانیوں کو محفوظ کرنا تھا۔ الجزائر کی جنگ آزادی کو قوم پرستی کا نام دینا درست نہیں ہے۔ اسلامی قومیت سے رشتہ جوڑنے کے لیے ہی تو وہاں کے مسلمانوں نے بے بہا قربانیاں دی تھیں اور الجزائر کی جنگ آزادی میں اس مقصد اور جذبے کو گہرا عمل دخل حاصل تھا۔

۱- France and Islam in west Africa' page 11' Christopher Herrison- Cambridge University press, Combridge, 1988.

– 2 Algeria , The Revolution Institutionalised' John p Entelis ' Westview

– 3 ibid.

– 4 Algeria- 1984. J.R.Morell, Dra ft Publishers Limited ' London ' Page - 377.

– 5 Algeria , The Revolution Institutionalised. John P.Entelis, West view Publishers, 1986

– 6 Ibid , page - 76

– 7 Ibid , Page- 25

– 8 Ibid , Page 26.

– 9 Algeria , by J.R.Morell, Page 381

– 10 Ibid , Page 381

– 11 Algeria , F.R.Morell, page 383.

– 12 Algeria, The Revolution institutionalized

– 13 Ibid. , Page 34.

– 14 France and Islam in West Africa, Page 10.

بقیہ: رسائل و مسائل

ماہنامے "ترجمان القرآن" میں چھاپا تھا جسے پڑھ کر مولانا محمد منظور نعمانی اور مولانا ابوالحسن علی سب سے پہلے تبلیغی جماعت سے متعارف و متاثر ہوئے تھے۔ مولانا محمد الیاس مرحوم سے ذاتی ملاقات بھی مولانا مودودی نے کی تھی اور ان کی جماعت میں اگر کوئی پہلو تشنہ تھا تو اسے زبانی عرض کر دیا تھا۔